ہمارے معاشی مسائل اور فکرِ اقبال:

قاسم محمود

جیسا کہ علامہ فرتے ہیں: من نوائے شاعرے فرداستم۔وہ آج کے شاعر ہیں۔ملتِ بیضا کے مسائل کا حل کلامِ اقبال میں مو جود ہے۔وہ دور رس اور دور بین تھے۔

پس از من شعر من خوانند و دریابند و می گویند

جہانے را دگر گوں کرد یک مردِ خود آگاہے

علامہ اقبال ایک نابغۂ عصر، مجتہد العصر، فیلسوفِ اسلام، حکیمِ امت، شاعرِ مشرق تھے۔علامہ اقبال کے ماہر معاشیات ہونے میں کوئی کلام نہیں کہ ان کی پہلی تصنیف علم الاقتصاد ہی معاشیات پر تھی۔اس کتاب میں انھوں نے ایک مکمل معاشی نظام پر روشنی ڈالی ہے۔وہ سودی نظام کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔اور سرمایہ دارانہ نظام پر تنقید کرتے ہیں۔معاشیات ان کی خاص دلچسپی کا موضوع ہے۔اس کتاب کے دیباچے میں علامہ لکھتے ہیں : " ہمارا ملک کامل تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اپنی کمزوریوں اور نیز ان تمدنی اسباب سے بالکل ناواقف ہے جن کا جاننا قومی فلاح اور بہبود کے لیے اکسیر کا نسخہ رکھتا ہے۔انسان کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جو قومیں اپنے تمدنی اور اقتصادی حالات سے غافل رہی ہیں ان کا حشر کیا ہوا ہے۔"(دیباچہ)

علامہ محمد اقبال کی یہ خواہش تھی اہلِ ہندستان عزت و وقار کی زندگی بسر کریں۔

آج پوری دنیا جانتی ہے کہ روتھس چائلڈ بنک جس نے عالمی معاشیات پر قبضہ کر لیا ہے ایک یہودی کی ملکیت ہے۔علامہ نے ایک عرصہ پہلے بھانپ لیا تھا کہ یہودی عالمی مارکیٹ پر قبضہ کر لیں گے۔اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ایک نظم "فلسطینی عرب سے" میں کہتے ہیں:

زمانہ اب بھی جس کے سوز سے فارغ

میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں

فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

سنا ہے میں نے، غلامی سے امتوں کی نجات

خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا۔ مردِ کامل اور مردِ مومن اقبال کے نزدیک وہی ہے جس کی خودی پرورش یافتہ ہوتی ہے۔

ایک اور نظم "یورپ میں لکھتے ہیں:

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوار

جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ

علم الاقتصاد میں علامہ نے معاشیات پر مدلل بحث کی ہے اور اسلامی نظامِ معاش کو تفصیل سے متعارف کروایا ہے۔اگرچہ موجودہ دور میں معاش پر کئی وقیع کتب لکھی جا چکی ہیں لیکن علم الاقتصاد اپنے زمانے میں اردو کی پہلی کتاب اور بہترین کتاب ہے۔

اس کے علاوہ علامہ کے کلامِ اردو و فارسی اور خطوط میں بھی جھلک نظر آ تی ہے۔مثلاً: لینن خدا کے حضور میں، خضر راہ، ابلیس کی مجلسِ شوریٰ وغیرہ میں انھوں نے مارکسی نظریات، بادشاہت کے نظام اور اسلامی اقتصادیات پر گہرے اشارے دیے ہیں۔وہ کہتے ہیں:

عصرِ حاضر ہے ملک الموت تیرا، جس نے

قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش

علامہ اقبال سرمایہ دارانہ نظام کے سخت مخالف تھے۔اس کے مقابلے میں جب اشتراکی نظام متعارف ہوا تو اقبال نے اس کے جزوی تعریف کی۔لیکن ان کے سامنے مثالی نظام اسلام ہی تھا جس کے نفاذ سے معاشی استحصال کا خاتمہ ہوتا ہے اور پھر ایک فلاحی ریاست میں زکات لینے والا کوئی نہیں رہتا۔اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں :

علم الاقتصاد میں وہ لکھتے ہیں: "غریبی قوائے انسانی پر بہت برا اثر ڈالتی ہے، بلکہ بسا اوقات انسانی روح کے مجلا آئینہ کو اس قدر

زنگ آلود کر دیتی ہے کہ اخلاقی لحاظ سے اس کا وجود و عدم برابر ہو جاتا ہے"۔وہ کارل مراکس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

تری کتابوں میں اے حکیمِ معاش رکھا ہی کیا ہے

خطوطِ خم دار کی نمائش، مریز و کج دار کی نمائش

علامہ سرمایہ دارانہ نظام کو استحصالی اور استبدادی نظام سمجھتے تھے۔علامہ کے الفاظ میں "غیر کی کھیتی پر نظر رکھنا" اس کی فطرت ہے۔سرمایہ دار دوسروں کی محنت پر انحصار کرتا ہے اور مکر و فریب کی چالوں سے دوسروں کے مال پر غاصبانہ قبضہ کرتا ہے۔جاگیر داری، کارخانہ داری، سود خوری سرمایہ دارانہ نظام کی دین ہے۔علامہ کہتے ہیں:

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ

دنیا ہے تیری منتظر روزِ مکافات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار

انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

کارل مارکس نے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف شدید ردِ عمل پیش کیا۔وہ در اصل محنت مشوں کا حامی تھا۔اشتراکیت کو انھوں نے اپنی نظموں "لینن خدا کے حضور، فرشتوں کا گیت اور فرمانِ خدا" میں جس انداز سے بیان کیا ہے وہ بھی دلچسپ ہے۔

علامہ اقبال نے اپنے کلام میں کئی مقامات پر معاشی نکات بیان کیے ہیں، مثلاً:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

رعنائی تعمیر میں، رونق میں، صفا میں

گرجوں سے بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

کارل مارکس کی تعریف کے ساتھ ساتھ اسے کلیمِ بے تجلی اور مسیحِ بے صلیب قرار دیتے ہیں۔اس نے حق ملکیت کی مخالفت کی اور جو نظام دیا اس کی عملی صورت کہیں بھی دیکھنے کو نہیں ملتی۔

علامہ اقبال نے سودی نظام ، سرمایہ داری، حقِ ملکیت زمین اور ذخیرہ اندوزی پر اپنے کلامِ نظم و نثر میں مفصل بحث کی ہے۔آخر کار اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسلام ہی وہ واحد نظام ہے جس سے ایک فلاحی ریاست وجود میں آ سکتی ہے۔ قائدِ اعظم کے نام ۲۸ مئی۱۹۳۷ء کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"جواہر لال کی منکرِ خدا اشتراکیت مسلمانوں میں کوئی تاثر پیدا نہ کر سکے گی۔۔۔شریعتِ اسلامیہ کے طویل و عمیق مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسلامی قانون کو معقول طریق پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو ہر شخص کو کم از کم معمولی معاش کی طرف سے اطمینان ہو سکتا ہے۔ایک مشکل تو یہ ہے کہ کسی ایک آزاد اسلامی ریاست یا ایسی چند ریاستوں کی عدم موجودگی میں شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ اس ملک میں محال ہے۔سالہا سال سے میرا یہی عقیدہ رہا ہے اور اب بھی اسے ہی مسلمانوں کے افلاس اور ہندستان کے امن کا بہترین حل سمجھتا ہوں۔"(کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد چہارم، ص۴۷۹)

موجودہ دور میں دنیا کو جن مسائل کا سامنا ہے اس میں اقتصاد سب سے بڑا مسئلہ ہے۔عالمی جنگ معاشیات پر ہو رہی ہے۔ہر ملک دوسرے کو معاشی حوالے سے تباہ کرنے کے طریق پر عمل پیرا ہے۔ہمیں چاہیے کہ اقبال کے فلسفۂ معاش پر غور و فکر کریں اور اس معاشی نظام کو اپنائیں جس کی اقبال نے حمایت کی ہے۔ان کی کتاب علم الاقتصاد اور پس چہ باید کرد کے مندرجات اور حکمت و فلسفہ پر غور و فکر کرکے ایسا نظام لانا چاہیے کہ معاشرے میں معاشی عدل و انصاف قائم ہو۔قرآنی تعلیمات کے مطالعے کے بعد اقبال نے جو مربوط فکری نظام دیا ہے اس کی موجودگی میں ہماری پس ماندگی کی یہی وجہ ہے کہ ہم نے اقبال کی فکر کو چھوڑ رکھا ہے۔قومی شاعر سے بھی ہمارا رویہ وہی ہے جو قومی کھیل قومی لباس کے ساتھ ہے۔کاش اقبال کی دعا شرفِ قبولیت حاصل کرے کہ

خدایا آرزو میری یہی ہے

میرا نورِ بصیرت عام کر دے

عصرِ حاضر جس کا نظامِ اقتصاد کاغذ (نوٹوں)پر قائم ہے بہت جلد کاغذی ناؤ ثابت ہونے کو ہے۔دنیا کا ہر ملک مقروض نظر آتا

ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر اس سرمائے کا اصل مالک کون ہے۔جب انگریزوں کے یہاں سے جانے کے امکانات بھی نہیں تھے۔ ان کی تہذیب، معاش، معاشرت عروج پر تھیں تب علامہ کی دوربین نگاہ دیکھ رہی تھی:

خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح

دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ